ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Publisher by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

علوم حدیث میں تساہل: اسباب اور صحت حدیث پر اثرات–ایک تحقیقی مطالعہ

Concept of Leniency in Hadith Sciences: Causes and its Impact on the Authenticity of Hadith – A Research Study

Dr. Navid Iqbal*
Assistant Professor, Department of Hadith & Hadith Sciences, AIOU, Islamabad

Abstract
In the science of Hadith, Tasaahul (leniency) is a significant term that plays a vital role in understanding the differences of opinion among Hadith scholars regarding the authenticity and weakness of narrations. When examining the chain of transmission (isnaad) or the text (matn) of a Hadith, one often finds considerable variation in scholarly judgments. A major reason for this is the differing temperaments of scholars in the field of jarh wa ta‘deel (criticism and accreditation of narrators)—some adopting a more lenient stance, while others are stricter in their evaluations. Based on this, Hadith scholars are commonly categorized into three groups: the strict (mutashaddid), the moderate (mu‘tadil), and the lenient (mutasaahil). These differences are rooted in scholarly ijtihad (independent reasoning), and are influenced by their academic standards, methodological inclinations, and approaches to Hadith criticism. Certain scholars, such as Imam al-Tirmidhi, al-Hakim, and al-Bayhaqi, are considered lenient, while others like Shu'bah ibn Hajjaj and Yahya ibn Saeed are known for their strictness. The presence of such variation reflects the depth and complexity of the principles used to authenticate or weaken Hadiths. Since the practice of lenience in hadith can sometimes conflict with the principles and rules adopted by the scholars of hadit, a detailed and critical study of this concept is essential. Such a study should aim to clarify the true nature of Tasaahul, explore its underlying causes, and assess its impact on the authenticity of Hadith. This research will not only aid in the classification of Hadiths but also provide intellectual clarity and reassurance to scholars of Hadith.

Keywords: Leniency, Hadith Sciences, Hadith Authenticity, Causes, Impact

موضوع کا تعارف

علوم حدیث میں احادیث کی صحت اور ضعف کے حوالے سے دیگر اصطلاحات کی طرح ایک اصطلاح "تساہل / متساہل بھی عمومی طور پر دیکھنے کو ملتی ہے۔ سند حدیث کی تحقیق کے دوران جب رواۃ کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے تو وہاں پر راویوں کے بارے میں ہمیں مختلف قسم کے اقوال ملتے ہیں حتی بعض اوقات ایک ہی راوی کے بارے میں ہمیں 10 سے زیادہ اقوال ملتے ہیں۔ راوی کے بارے میں محدثین کی آراء کا اس قدر مختلف ہونے کی دیگر وجوہات کی طرح ایک وجہ بعض اہل علم کا جرح و تعدیل کے میدان میں نرم

* Email of corresponding author: navid.iqbal@aiou.edu.pk

مزاج اور اسی طرح متشدد ہونا بھی ہے۔ جس کی بنیاد پر ایک ہی راوی کے بارے میں بہت زیادہ آراء اور اقوال سامنے آتے ہیں۔ اسی طرح متن حدیث کی صحت و ضعف کے اعتبار سے جب جانچ پڑتال کی جاتی ہے تو وہاں پر بھی ہمیں محدثین کے کئی اقوال سامنے آتے ہیں مثلا ایک ہی روایت کو بعض نے صحیح شمار کیا ہوتا ہے جبکہ دیگر بعض نے صحیح لغیرہ، حسن، ضعیف یہاں تک بعض کے نزدیک وہ روایت قابل قبول تک ہوتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیا وجوہات ہو سکتی ہیں جس کی بناء پر احادیث کی سند اور متن میں محدثین کے مابین غایت درجے تک اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس حوالے سے تفصیلی مباحث اصول حدیث سے متعلق کتب میں جابجا ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ بعض محدثین نے احادیث کی صحت و ضعف کے حوالے سے جو شرائط مقرر کی ہوتی ہیں وہ حد درجے تک سخت اور شدید ہوتے ہیں جس کی بناء پر اکثر احادیث ان کے نزدیک صحیح کے مرتبے سے نیچے ہوتی ہیں۔

امام صنعانیؒ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات حدیث کے ایک ہی راوی یا ایک ہی حدیث کے بارے میں محدثین کی آراء مختلف ہوتی ہیں۔ ایک محدث کسی حدیث کو ضعیف قرار دیتا ہے، جبکہ دوسرا اسے صحیح کہتا ہے۔ اسی طرح، ایک محدث کسی راوی پر جرح (تنقید) کرتا ہے، جبکہ دوسرا اسے ثقہ قرار دیتا ہے۔ اس اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی تصحیح اور تضعیف اجتہادی مسائل ہیں، جن میں علما کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی ایسا ہی ہے؛ علما کی آراء مختلف ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر، امام مالکؒ نے محمد بن اسحاق کے بارے میں سخت کلمات کہے اور انہیں "دجالوں میں سے ایک دجال" قرار دیا، جبکہ امام شعبہؒ نے انہیں "امیر المؤمنین فی الحدیث" کہا۔ یہ اختلاف اس بات کا ثبوت ہے کہ محدثین کے فیصلے ان کے اجتہاد پر مبنی ہوتے ہیں، اور ان میں تنوع پایا جا سکتا ہے۔[1]

غرض یہ کہ محدثین کے مابین احادیث کی جانچ پڑتال کے شرائط اور اصول میں فرق پایا جاتا ہے ان شرائط کی بنیاد پر دیگر اہل علم نے محدثین کو تین بنیادی طبقات میں تقسیم کیا ہے: متشدد، معتدل اور متساہل۔ اب متساہل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ ایک محدث کن وجوہات کی بناء پر متساہل شمار کیا جا سکتا ہے؟ اگر کوئی محدث متساہل ہے تو ان کی روایات کا کیا حکم ہو گا؟ کسی متساہل محدث کی جرح و تعدیل کا کیا حکم ہو گا اور اسی طرح صحت حدیث پر کیا اثرات مرتب ہونگے؟ اس مقالے میں اس قسم کے سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کی جائے گی تاکہ احادیث کے میدان میں تحقیق کرنے والا اور حدیث کے ساتھ شغف رکھنے والے بندے کی ذہن میں کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے۔

دراصل علم جرح وتعدیل کی بناء پر راویوں کی ثقاہت اور عدالت کے بارے میں معلومات دی جاتی ہے علم جرح وتعدیل راویوں کی جانچ پڑتال میں مختلف ائمہ کے اقوال کے درمیان ترجیح کی ایک اہم بنیاد کو واضح کرتی ہے، خاص طور پر جب ان اقوال میں تضاد پایا جاتا ہو۔ ان بنیادوں میں سے ایک بنیادی نکتہ ائمہ جرح وتعدیل کو تین اقسام میں تقسیم کرنا ہے۔ یہاں پر یہ بھی واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ علماء جرح وتعدیل کی یہ تقسیم ان کے راویوں کے نقد (جانچنے) کے طریقہ کار اور ان کے اپنائے گئے اصولوں کے مطابق کی گئی ہے، جیسا کہ امام ذہبی نے اپنی کتاب "ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل" میں اس کی وضاحت کی ہے:

"ومنهم من هو معتدل، ومنهم من هو متساهل۔۔۔ وقسم في مقابلة هؤلاء، كأبي عيسى الترمذي، وأبي عبد الله الحاكم، وأبي بكر البيهقي، متساهلون"۔[2] اسی طرح امام سخاویؒ لکھا ہے: "وقسم ثان متسمع كالترمذي والحاكم"۔[3]

تاہم، جب اس تقسیم کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے، تو علما کے درمیان اس بارے میں اختلاف نظر آتا ہے، نہ صرف اس تقسیم کے بارے میں بلکہ ان ائمہ کے بارے میں بھی جنہیں ان صفات سے متصف کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اصول اور طریقے بھی زیر بحث آتے ہیں جو انہوں نے راویوں کے نقد میں اپنائے۔

ان صفات میں سے سب سے زیادہ اثر رکھنے والی صفت "نرمی" (تساہل) ہے، کیونکہ نرمی کا اصولی طور پر جرح و تعدیل کے قواعد اور اصولوں سے تضاد پایا جاتا ہے، جو احتیاط، تحقیق اور انصاف پر مبنی ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس صفت، اس سے متعلقہ شرائط اور ان ائمہ کا تحقیقی و عملی مطالعہ کیا جائے جنہیں اس صفت سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تساہل کی بنیاد پر احادیث کی صحت وضعف پر مرتب ہونے والے اثرات کو بھی واضح کیا جائے۔

جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا تعلق ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لیے ہر زمانے میں اہل علم کو مقرر فرمایا، جو ناقدین اور محققین تھے۔ انہوں نے اپنی زندگیاں حدیث کو جمع کرنے، اس کی حفاظت کرنے، صحیح اور ضعیف حدیث میں تمیز کرنے، راویوں کی جانچ پڑتال کرنے، ان کی ضبط و امانت اور عدالت کو پرکھنے، حدیث کے الفاظ کے معانی بیان کرنے، ان سے احکام، فوائد اور عبرتیں اخذ کرنے، اور ظاہری طور پر متعارض احادیث یا ان احادیث کا جائزہ لینے میں بسر کیں جن میں کوئی علت یا اشکال پایا جاتا ہو۔ ان علمانے حدیثِ رسول ﷺ کی حفاظت کے لیے مختلف اسالیب کو مد نظر رکھتے ہوئے کتابیں لکھیں ہیں، خواہ وہ حدیث کے مجموعے ہوں، اصول حدیث کی کتب ہوں، علم جرح و تعدیل کی کتب ہوں، یا حدیث کی شروحات ہوں۔ محدثین نے وہ اصول اور ضابطے مرتب کیے جو حدیثِ رسول ﷺ کو باطل پرستوں کی تحریف، غالیوں کے افراط، باطل دعوے کرنے والوں کی من گھڑت روایات، اور جاہلوں کی غلط تاویلات سے محفوظ رکھتے ہیں۔

امام ذہبی نے اپنی مذکورہ کتاب میں اس موضوع کو اصولی طور پر بیان کیا، مگر جب اس تقسیم کو دیکھا جاتا ہے تو علما کے درمیان اس کے متعلق، نیز ان ائمہ کے متعلق جنہیں ان صفات سے موسوم کیا گیا ہے، اور ان کے راویوں کے نقد کے اصولوں اور طریقوں کے بارے میں اختلاف نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے ضروری ہے کہ ان صفات، ان سے منسوب کیے جانے والے ائمہ، اور ان کے ذریعے اختیار کیے گئے اصولوں کا تحقیقی و عملی مطالعہ کیا جائے، تاکہ حقیقت واضح ہو اور ان صفات کے اثرات کو سمجھا جا سکے، خاص طور پر جب راویوں اور احادیث کے حکم لگانے کی بات آتی ہے۔

رواۃ حدیث پر جرح و تعدیل کرنے والے علماء

امام ذہبیؒ نے ان علما کو، جنہوں نے حدیث کے راویوں پر جرح و تعدیل کی ہے، مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے لکھتے ہیں:

1. ایک گروہ وہ ہے جس نے تمام راویوں کے بارے میں رائے دی، جیسے امام یحییٰ بن معین اور امام ابو حاتم[4] رحمہا اللہ۔
2. دوسرا گروہ وہ ہے جس نے بہت سے راویوں پر کلام کیا، جیسے امام مالک اور امام شعبہ رحمہا اللہ۔
3. تیسرا گروہ وہ ہے جس نے کسی ایک راوی پر بات کی، جیسے امام سفیان بن عیینہ اور امام شافعی رحمہا اللہ۔

پھر ان علماء محدثین کو مزید تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے پہلے کے بارے میں لکھتے ہیں: ایک وہ جو راویوں پر جرح کرنے میں سختی برتتے اور تعدیل (اعتماد) میں بہت احتیاط کرتے ہیں۔ ایسے ناقدین کسی راوی کی دو یا تین غلطیوں کی بنا پر اسے ضعیف قرار دے دیتے ہیں۔ اس قسم کے ناقدین اگر کسی راوی کو ثقہ (قابل اعتماد) قرار دیں تو ان کی رائے کو مضبوطی

سے تھام لینا چاہیے، اور اگر کسی کو ضعیف کہیں تو دیکھنا چاہیے کہ آیا دیگر ناقدین بھی اسے ضعیف کہہ رہے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ سب متفق ہوں تو راوی واقعی ضعیف ہو گا، لیکن اگر کوئی دوسرا معتبر ناقد اس کی توثیق کر رہا ہو تو جرح کی وضاحت طلب کرنی چاہیے۔ بغیر کسی واضح دلیل کے کسی راوی کو ضعیف کہہ دینا کافی نہیں، جیسے اگر امام ابن معین صرف یہ کہہ دیں کہ "یہ راوی ضعیف ہے" اور اس کی وجہ نہ بتائیں، پھر بعد میں امام بخاری اور دیگر علما اسے ثقہ قرار دیں تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔[5] ایک جگہ پر حافظ ذہبیؒ نے ایک نکتہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ کسی بھی دور کے دو جید ناقدین نے کبھی کسی ثقہ راوی کو ضعیف یا کسی ضعیف راوی کو ثقہ قرار دینے پر اتفاق نہیں کیا۔[6]

موضوع کی مناسبت سے یہاں پر یہ واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جرح و تعدیل کے مراتب کے حوالے سے جب بات کی جاتی ہے تو سب سے پہلے ابن ابی حاتمؒ کا نام آتا ہے کہ انہوں نے جرح و تعدیل (راویوں کی جانچ پڑتال) کے مراتب کو آٹھ اقسام میں تقسیم کیا ہے: چار تعدیل کے لیے اور چار جرح کے لیے۔[7] یہ تقسیمات جرح و تعدیل کے اصولوں میں سب سے ابتدائی شمار ہوتی ہیں، اور انہیں اس موضوع پر قواعد مرتب کرنے میں پیش قدمی حاصل ہے۔ ابن ابی حاتمؒ نے ان مراتب کو "مراتب الجرح والتعدیل" کے نام سے متعارف کرایا، جو دراصل ان کے والد اور امام ابو زرعہؒ کے اقوال کا نچوڑ ہے۔ بعد میں آنے والے علما نے بھی مشہور عبارات کو اکٹھا کر کے راویوں کے درجات کو واضح کرنے کے لیے انہیں مختلف مراتب میں تقسیم کیا۔ اس موضوع پر ابن الصلاح، امام ذہبی، عراقی اور سخاوی جیسے جلیل القدر علما نے اجتہاد کیا۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اپنی کتاب تقریب التہذیب کے مقدمے میں راویوں کے مراتب کی ایک خاص درجہ بندی شامل کی۔

یہاں اس بات کو ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ کسی بھی امام کی رائے نقل کرنے سے پہلے اس کی تحقیق کرنی چاہیے، کیونکہ بعض اوقات نقل میں غلطی یا کتابت کی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح امام کے الفاظ کی اصل معنویت اور سیاق و سباق کو بھی سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ علما کسی راوی پر جرح (تنقید) صرف اسی وقت کرتے ہیں جب کوئی معقول وجہ موجود ہو۔ وہ پہلے راوی کی روایات کا گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں، پھر انہیں دوسرے ہم عصر راویوں کی روایات سے موازنہ کرتے ہیں۔ ان تمام امور کو مد نظر رکھنا چاہیے اور یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ جرح و تعدیل علما کا ایک اجتہادی عمل ہے۔

تساہل کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

تساہل کا لغوی معنی: تساہل کا لفظ "سہل" سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں آسان، نرم یا ہموار، جو "جبل" یعنی پہاڑ کا متضاد ہے۔[8] "آسانی" کا مطلب ہے کسی چیز میں سختی یا مشکل کا نہ ہونا۔ "سہل مزاج" انسان وہ ہوتا ہے جو نرم خو، ملنسار اور خوش اخلاق ہو۔ عربی میں "أهلًا وسهلًا" کہنے کا مطلب ہوتا ہے: "آپ اپنوں سے ملے اور آسانی سے آئے۔[9] لغت میں "سہل" کا مطلب ہر وہ چیز ہے جو نرم، ہموار اور بغیر سختی کے ہو۔[10] کلام میں "آسانی" سے مراد ہے: ایسا بیان جو تکلف، پیچیدگی اور بناوٹ سے پاک ہو۔[11] "تساہل" کا مطلب ہے: نرمی برتنا، سختی سے اجتناب کرنا، اور آپس میں آسانی اور رواداری سے پیش آنا۔ اسی سے "تسہیل" کا مطلب ہے: کسی چیز کو آسان بنانا، اور "تساهل" کا مطلب ہے: درگزر، نرمی یا چشم پوشی۔[12]

تساہل کا اصطلاحی معنی: اصطلاحات سے متعلقہ کتابوں میں "تساہل" کو بطور اصطلاح صراحت کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا، لیکن علماء لغویین کی تشریحات کی روشنی میں اسے یوں سمجھا جاسکتا ہے: کسی شرعی حکم میں سہولت اختیار کرنا، یا اس کو آسان طریقے

سے انجام دینا، بسا اوقات اس میں کوتاہی، نرمی یا دینی ذمہ داریوں میں کمی بیشی کا پہلو بھی شامل ہو سکتا ہے۔" علماء کی نظر میں اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے یا کسی دوسرے کے متعلق دینی امور میں کچھ خاص الفاظ یا احکام کو صرف غالب گمان کی بنیاد پر، مکمل تحقیق یا جانچ کے بغیر استعمال کرے، مثلاً کسی گمنام شخص کو بغیر واضح دلیل کے نیک سمجھ لینا یا مستور شخص کی تعدیل بیان کرنا۔[13]

فن حدیث میں تساہل

محدثین کی اصطلاح میں "تساہل" کا مطلب ہوتا ہے: حدیث کے قبول یا روایت کرنے میں مقررہ اصول وضوابط سے کچھ نرمی برتنا، یا ان اصولوں کو مکمل طور پر نہ اپنانا جو اصول علماء نے راویوں کی توثیق وتضعیف کے حوالے سے مقرر کئے ہیں[14] محدثین اور علماء کی تشریحات میں ہمیں تساہل کا مفہوم کلی طور پر وضاحت کے ساتھ نظر نہیں آتا بلکہ انہوں نے تساہل کے ذیل میں تساہل کی اقسام سے بحث کی ہے مثلا؛ روایت میں تساہل، تحمل اور اداء حدیث میں تساہل، جرح و تعدیل میں تساہل جیسے انواع کے علاوہ انہوں نے تساہل کی وجوہات کے بیان پر اکتفاء کیا ہے۔ یعنی ایک جامع ومانع تعریف ہمیں نہیں ملی۔

علامہ المعلمی الیمانی لکھتے ہیں: علماء کے کلام میں "تساہل" (نرمی) کا مطلب روایت کرنے میں نرمی برتنا ہے۔ یعنی بعض ائمہ کا طریقہ یہ تھا کہ جب وہ کوئی حدیث سنتے، تو اس وقت تک اسے روایت نہ کرتے جب تک ان پر یہ واضح نہ ہو جاتا کہ حدیث صحیح ہے، یا کم از کم صحیح کے قریب ہے، یا ایسا ہے کہ اگر اس کو کوئی مؤید (مددگار) روایت مل جائے تو صحیح ہو سکتی ہے۔ اگر حدیث کا معیار اس سے کم ہوتا تو وہ اسے ہرگز روایت نہ کرتے۔ لیکن کچھ ائمہ ایسے بھی تھے کہ اگر کوئی حدیث بہت زیادہ ضعیف نہ ہوتی، اور اس میں کوئی شرعی حکم یا خاص سنت کا ذکر نہ ہوتا، بلکہ وہ کسی نیکی یا عمومی فضیلت جیسے کہ "جماعت سے نماز پڑھنے" کی ترغیب جیسی چیز کے بارے میں ہوتی، تو وہ ایسی حدیث کو روایت کرنے سے نہیں رکتے۔ یہی مراد ہوتی ہے جب ائمہ کے کلام میں "تساہل" کا ذکر آتا ہے۔ تاہم، بعد کے بعض لوگوں نے اس بات کو غلط انداز میں سمجھا۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ اگر کسی خاص نیکی (مثلاً کسی خاص رات کا قیام) کے بارے میں کوئی ضعیف حدیث موجود ہے، اور چونکہ قیام اللیل (رات کی نماز) عمومی طور پر شریعت سے ثابت ہے، تو اس خاص فضیلت والی ضعیف حدیث پر عمل بھی جائز یا مستحب ہے۔ امام شاطبیؒ نے اپنی کتاب 'الاعتصام' میں اس غلط فہمی کی نشاندہی کرتے ہوئے اسے ایک واضح خطا قرار دیا ہے۔[15]

تساہل کے پیدا ہونے کے اسباب

یہ حقیقت ہے کہ انسانوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں: کچھ سخت مزاج اور درشت ہوتے ہیں، کچھ نرم، آسان مزاج اور نرم خو ہوتے ہیں، اور کچھ معتدل اور انصاف پسند ہوتے ہیں۔ یہ اللہ کی تخلیق کا ایک مستقل نظام ہے، اور تم اللہ کے نظام میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔ تساھل کا سبب بعض اوقات علم کی کمی، یا احتیاط میں کوتاہی، یا سنجیدگی کی کمی کا ہونا ہوتا ہے، اور بعض اوقات یہ دل کی صفائی اور رواۃ کے بارے میں حسنِ ظن کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں کچھ غلط اصول اپنائے گئے، جیسے: کسی راوی کو صرف اس بنیاد پر ثقہ سمجھ لینا کہ اس نے کوئی منکر روایت نقل نہیں کی، یا صرف اس لیے ثقہ مان لینا کہ وہ طالب علم کے طور پر پہچانا گیا، یا کسی ایسے راوی کو معتبر قرار دینا جس کی عدالت (دیانت) معلوم نہیں، یا جس سے صرف ایک معتبر شخص نے روایت کی ہو — ان جیسے اصولوں کو اختیار کرنا دراصل تسامح کی علامت ہے۔

اس کے علاوہ بعض لوگ محدثین کے جرح و تعدیل (راویوں کی جانچ پڑتال) کے اصولوں سے غافل ہوتے ہیں اور ان اصولوں کو راویوں کی توثیق (معتبر قرار دینے) میں لاگو نہیں کرتے۔ بعض اوقات تساہل کا سبب نقّاد (یعنی راویوں پر تبصرہ کرنے والے) کی نفسیاتی حالت ہوتی ہے، جو اسے مسلمانوں کے بارے میں حد سے زیادہ حسنِ ظن رکھنے پر مجبور کرتی ہے، اور وہ ان کی غلطیوں کی چھان بین اور تحقیق سے گریز کرتا ہے۔[16]

البتہ ہم تسامح کے آغاز کی کوئی مخصوص تاریخ نہیں بتا سکتے، اگرچہ غالب گمان یہ ہے کہ تسامح کا رجحان تشدد اور اعتدال کے بعد ہی سامنے آیا۔ کیونکہ ابتداء میں محدثین اور علماء دو گروہوں میں تقسیم تھے: ایک گروہ جو سنت کے دفاع میں شدت اختیار کرتا تھا، یہاں تک کہ وہ بہت سخت ہو جاتا، دوسرا گروہ جو اعتدال پسند اور انصاف پر مبنی تھا لیکن بعد میں جا کر متساھلین کا ایک گروہ بھی سامنے آیا۔ اگر ہم ان نرمی برتنے والوں کے ناموں کا جائزہ لیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا ظہور نسبتاً بعد میں ہوا۔ اگرچہ بعض قدیم علما میں بھی تسامح کی کچھ مثالیں ملتی ہیں، لیکن وہ بہت ہی کم ہیں۔

تساہل کا حدیث کی صحت پر اثرات

حدیث کی روایات میں نرمی (تساھل) ایک ایسا امر ہے جو راوی کی روایت کے قبول یا رد پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ یہ راوی کی ضبط (یادداشت) پر طعن کی ایک وجہ ہے اور اس کی روایت کو رد کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔

حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں: ایسے شخص کی روایت قبول نہیں کی جاتی جو حدیث سننے یا سنانے میں نرمی برتتا ہو، جیسے کہ وہ مجلسِ سماع میں سوتا ہو، یا ایسی روایت بیان کرے جو اس کے اصل، صحیح نسخے سے مقابل نہ کی گئی ہو، یا جس نے حدیث میں تلقین قبول کرنے کی عادت بنالی ہو۔ اسی طرح اُس کی روایت بھی قبول نہیں کی جاتی جس کی روایتوں میں شاذ اور منکر احادیث کثرت سے ہوں۔ شعبہ رحمہ اللہ سے منقول ہے: "شاذ حدیث صرف شاذ آدمی ہی بیان کرتا ہے۔" وہ شخص بھی مردود ہے جس سے بار بار روایتوں میں بھول چوک ہو، خاص طور پر اگر وہ مستند اصل سے روایت نہ کرے۔ یہ تمام باتیں راوی کی ثقاہت اور مضبوط یادداشت کو مشکوک بناتی ہیں۔[17]

بدرالدین ابن جماعہ لکھتے ہیں: بعض محدثین نے روایت میں بہت سختی کی یہاں تک کہ حد سے بڑھ گئے، جبکہ بعض نے بہت نرمی برتی اور کمزوری اختیار کی۔ بعض متشدد علماء نے کہا: صرف وہی حدیث حجت ہے جو راوی نے از بر یاد رکھ کر روایت کی ہو، یہ قول امام ابو حنیفہ، امام مالک اور صیدلانی سے منقول ہے۔ بعض نے کہا: کتاب سے روایت جائز ہے، بشرطیکہ وہ راوی کے ہاتھ سے نکلی نہ ہو۔ دوسری طرف، کچھ نرمی برتنے والوں نے ان نسخوں سے روایت کی اجازت دی جو اصل سے مقابل نہ کی گئی ہوں، جس پر امام حاکم نے انہیں مجروح قرار دیا اور کہا کہ یہ طریقہ بعض بڑے علماو صالحین نے بھی اپنایا ہے۔ بعض نرمی برتنے والوں نے وصیت، اعلام، اور مجرد مناولہ وغیرہ کی بنیاد پر روایت کو جائز قرار دیا، لیکن درست بات وہی ہے جو جمہور کا موقف ہے، یعنی اعتدال۔ یعنی اگر راوی میں تحمل، ضبط اور مقابلہ کی شرائط پائی جائیں تو اس کی روایت جائز ہے، بشرطیکہ اس میں بگاڑ کا اندیشہ نہ ہو، اور خاص طور پر اگر وہ راوی ہو جو عام طور پر غلطی سے بچا رہتا ہو۔[18]

قاضی ابو بکر محمد بن طیب لکھتے ہیں: جس پر ایک حدیث گھڑنے کا الزام ثابت ہو جائے، اس کی خبر کو رد کر دیا جائے گا اور اس کی گواہی ناقابلِ قبول ہوگی۔ اسی طرح وہ شخص بھی مردود ہے جس میں بھول چوک، غفلت اور کمزور یادداشت پائی جائے۔ نیز، وہ

شخص بھی مردود ہے جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں نرمی برتتا ہو، البتہ اگر کوئی اپنی بات یا دین کے غیر شرعی مسائل میں نرمی کرے تو اس پر حکم مختلف ہے۔[19]

حافظ سخاوی کہتے ہیں: ان لوگوں میں سے جن پر سماع اور حدیث میں نرمی کا الزام تھا، قرۃ بن عبد الرحمن شامل ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں: وہ حدیث کے سننے اور بیان کرنے میں نرمی برتتا تھا، لیکن جھوٹا نہیں تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف نرمی کی بنیاد پر روایت کو مکمل طور پر رد کرنا درست نہیں، کیونکہ بعض مقبول ائمہ میں بھی یہ چیز پائی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ ان کی دیگر صفات مثلاً ثقاہت، قابلِ اعتماد ہونا، اور منکر روایتوں سے پاک ہونا، وجہِ قبول بنی ہو۔ نرمی کی بھی کئی اقسام ہیں، کچھ نرمی ایسی ہوتی ہے جو روایت کو نا قابلِ قبول بناتی ہے اور کچھ نہیں۔[20]

امام ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا: "یہ علم دین ہے، پس دیکھو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو"۔[21]

یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں: "کتنے ہی نیک لوگ ہیں، جن کے لیے بہتر ہوتا کہ وہ حدیث روایت نہ کرتے۔" ان کا اشارہ اُن لوگوں کی طرف ہے جن میں غفلت اور کمزور یادداشت پائی جاتی ہو۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: "تمام لوگوں سے حدیث لکھی جا سکتی ہے سوائے تین قسم کے افراد کے: (1) ایسا شخص جو کسی بدعت کا پیروکار ہو اور لوگوں کو اس کی طرف بلاتا ہو، (2) جھوٹا، (3) ایسا شخص جو روایت میں غلطیاں کرتا ہو اور جب اس پر اعتراض کیا جائے تو قبول نہ کرے۔[22]

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ ایسے ضعیف راوی سے سماع مکروہ ہے جو صحیح طریقے سے سنتا ہے، لیکن روایت میں نرمی برتتا ہے اور غفلت میں مشہور ہے۔ ایسے شخص سے روایت کرنا جائز تو ہے، مگر مکروہ ہے اور اس کی حالت کمزور مانی جاتی ہے۔[23]

حدیث میں نرمی برتنا روایت کو کمزور بنا دیتا ہے اور راوی کے ضبط پر گہرا اثر ڈالتا ہے، حالانکہ ضبط روایت کی صحت کی بنیادی شرط ہے۔ ضبط کی دو قسمیں ہیں: (1) ضبطِ صدر یعنی راوی کو اپنی روایت یاد ہو، اسے تحریف اور تبدیلی سے محفوظ رکھے، اور بغیر کسی کمی بیشی کے ادا کرے۔ (2) ضبطِ کتاب یعنی راوی اپنے تحریری نسخے کو ضیاع، تلف، یا کمی بیشی سے محفوظ رکھے۔ اگر راوی میں یہ دونوں صفات پائی جائیں، تو اس سے غلطی کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔ محدثین نے ان راویوں کی روایتیں رد کر دی ہیں جن میں غلطی، غفلت، اور یادداشت کی کمزوری زیادہ ہو، یا جن کی صحیح اور غلط روایات برابر ہوں۔ انہوں نے صرف اسی کی روایت قبول کی جو دیانت دار، ذہین اور ہوشیار ہو، اور غافل یا وہمی لوگوں کی روایات کو مسترد کر دیا، سوائے اس کے کہ ان کی غلطی یا غفلت بہت نادر ہو، جو انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ کتنے ہی دیندار اور امانت دار لوگ ایسے ہیں جو محدثین کے نزدیک روایت کے اہل نہیں سمجھے گئے۔

قاضی ابو بکر باقلانی نے فرمایا ہے: "جس راوی کے بارے میں یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ بہت زیادہ بھولتا ہے، غلطیاں کرتا ہے اور اس کا حافظہ کمزور ہے، اس کی حدیث قبول نہیں کی جاتی۔" اسی طرح ایسے راوی کی حدیث بھی رد کی جائے گی جو نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کرنے میں حد سے زیادہ نرمی اور لاپروائی برتتا ہو، اگرچہ وہ اپنی باتوں یا عام باتوں میں نرمی کرے تو اس پر اتنی سختی نہیں، کیونکہ اس سے دینی احکام متاثر نہیں ہوتے۔ اس رائے میں دوسرے اصولی علماء نے بھی ان کی پیروی کی ہے۔ لیکن ابن نفیس کی رائے اس کے برعکس ہے۔ وہ کہتے ہیں: جو شخص صرف حدیث میں سختی کرے اور دوسرے معاملات میں نرمی، تو اس کی روایت بھی قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ بظاہر لگتا ہے کہ اس کی یہ سختی کسی مقصد کے لیے ہے۔ اگر وہ واقعی سچا ہوتا تو ہر معاملے میں سخت

ہوتا۔ مقصد بدلنے یا بغیر سختی حاصل ہونے کی صورت میں وہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ البتہ اگر نرمی صرف ان باتوں میں ہو جن کا تعلق دین کے احکام سے ہو، تو معاملہ مختلف ہے۔ ابن نفیس اس بات میں اکیلے نہیں بلکہ امام احمد بن حنبل اور دوسرے علماء بھی ان سے پہلے یہ رائے رکھتے تھے، کیونکہ دینی باتوں میں نرمی رفتہ رفتہ حدیث میں بھی نرمی کا سبب بن سکتی ہے۔ تاہم یہ اختلاف وہاں ہے جہاں نرمی اس حد تک نہ ہو کہ راوی کی دیانت اور شرافت مشکوک ہو جائے، یعنی وہ اپنے کردار میں ایسا نہ ہو کہ اسے غیر معتبر کہا جائے۔[24]

امام شافعی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: جو محدث (حدیث بیان کرنے والا) بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہو، اور اس کے پاس کوئی درست اصل کتاب نہ ہو، اس کی حدیث قابل قبول نہیں، جیسے کوئی گواہ بہت زیادہ غلطیاں کرے تو اس کی گواہی بھی قبول نہیں ہوتی۔[25]

امام ذہبی نے عباد بن عباد الأرسوفی الزاہد کے بارے میں فرمایا: وہ زہد و عبادت میں اتنے ڈوب گئے تھے کہ یادداشت اور مضبوطی پر توجہ نہ دے سکے، وہ باتیں اپنے گمان کے مطابق بیان کرتے، جس کی وجہ سے ان کی روایات میں کئی غلطیاں پیدا ہوئیں، باوجود یہ کہ ان کی روایتیں کم ہیں، لیکن چونکہ وہ منکر (قابل رد) ہو گئیں، اس لیے ان کو ترک کر دیا گیا۔[26]"

خلاصہ و نتائج

محدثین نے سند اور متن حدیث کی جانچ پڑتال کے لئے بہت ہی سخت اور قوی شرائط اور ضوابط بیان کئے ہیں۔ راویوں کی ثقاہت اور ضعف کو ثابت اور واضح کرنے کے لئے علماء نے اپنی زندگیاں گزاری ہیں۔ دراصل صحت حدیث کا مسئلہ انتہائی حساس مسئلہ ہے جس کی وجہ سے بعض محدثین نے اس میدان میں کافی سختی اور شدت کا مظاہرہ بھی کیا ہے۔ تاکہ کوئی ضعیف اور غیر معتمد شخص سند حدیث میں راوی کی طور پر سامنے نہ آئے۔ چنانچہ انہوں نے معمولی غلطیوں کی بناء پر بہت سارے رواۃ کی روایات کو ترک کیا ہے۔ البتہ بعض محدثین ایسے بھی ہیں جنہوں کافی نرمی کا مظاہرہ کیا ہے جس کی بناء پر انہوں نے ضعیف راویوں کی روایات کو بھی صحیح شمار کیا ہے جبکہ جمہور علماء کا کہنا ہے کہ رواۃ کی تحقیق و تنقیح میں اعتدال کا راستہ اختیار کیا جانا چاہئے تاکہ کسی ثقہ راوی کو ضعیف اور ضعیف کو ثقہ شمار نہ کیا جاسکے۔ اس مقالہ میں ہم نے تساہل کے معنی، تساہل پیدا ہونے کے اسباب کے ساتھ تساہل کا حدیث کی صحت پر ہونے والے اثرات پر اہل علم کے اقوال کی روشنی میں کلام کیا ہے۔ دوران تحقیق حاصل ہونے والے نتائج درج ذیل ہیں:

1- حدیث میں نرمی (تساہل) راوی کی روایت کو کمزور کر دیتی ہے اور اس کے قبول یا رد پر براہ راست اثر ڈالتی ہے۔

2- تساہل کے اسباب بہت سے ہوسکتے ہیں، اور ہر وہ چیز جس سے روایت میں خلل آتا ہے، وہ تساہل میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

3- تساہل راوی کی یادداشت (ضبط) پر طعن کی صورت بھی بن جاتی ہے۔

4- جس راوی میں بھول چوک، غلطیاں، یا ضعیف حافظہ ہو، اس کی روایت رد کر دی جائے گی۔

5- نبی کریم ﷺ کی حدیث میں نرمی کرنے والے راوی کی روایت بھی ناقابلِ قبول ہے۔

6- اگر کوئی صرف حدیث میں سختی کرے اور باقی معاملات میں نرمی کرے، تو اس کی روایت بھی مشکوک سمجھی جائے گی۔

7- جو راوی بکثرت غلطیاں کرے اور اس کی اصل کتاب درست نہ ہو، اس کی روایت قابل قبول نہیں، جیسا کہ کمزور گواہ کی شہادت رد کی جاتی ہے۔

8- بعض راویوں کی روایت صرف نرمی کی بنیاد پر مکمل طور پر رد نہیں کی جاتی، اگر ان میں ثقاہت، دیانت اور دیگر مثبت صفات موجود ہوں۔

9- بعض اقسام نرمی روایت کو ناقابلِ قبول بنا دیتی ہیں، جبکہ بعض نہیں، فرق اس میں یہ ہے کہ نرمی روایت کی صحت پر اثر انداز ہو رہی ہے یا نہیں، لیکن صرف اسی راوی کی حدیث قبول ہو گی جو دیانت دار، مضبوط یادداشت والا اور ہوشیار ہو۔

10- غافل، وہمی، یا کثرتِ غلطی والے راوی کی روایت قبول نہیں، سوائے اس کے کہ غلطیاں نادر ہوں۔

11- بعض محدثین کا کہنا ہے کہ بہت سے نیک لوگ ایسے ہیں، جن کے لیے بہتر ہو تا کہ وہ روایت نہ کرتے۔

12- ایسے راوی سے روایت مکروہ ہے جو صحیح سنتا ہے مگر نرمی اور غفلت کا شکار ہے۔

تحمل اور اداء دونوں میں ہلکی سی اونگھ (نعاس) نقصان دہ نہیں ہے، بشر طیکہ وہ اتنی نہ ہو کہ بات سمجھنے میں خلل ڈالے، خاص طور پر جب راوی ہوشیار اور ذہین ہو۔

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات وحواشی

[1] الصنعاني، محمد بن إسماعیل، إرشاد النقاد إلى تيسير الاجتهاد، دار السفیہ، کویت، صفحہ، 108۔

As-San'ānī, Muhammad bin Ismā'īl, Irshād an-Naqqād ilā Taysīr al-Ijtihād, Dār as-Safiyyah, Kuwait, Safah, 108

[2] الذہبی، شمس الدین، ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل، دار البشائر، بیروت، تحقیق، ابو غدہ، 1990 صفحہ، 172۔

Adh-Dhahabī, Shams ad-Dīn, Dhikr man Yu'tamadu Qawluhu fī al-Jarḥ wa at-Ta'dīl, Dār al-Bashā'ir, Beirut, Tahqīq: Abū Ghuddah, 1990, Safah

[3] السخاوی، شمس الدین، المتکلمون فی الرجال، دار البشائر، بیروت، تحقیق، ابو غدہ، 1990، ص، 137۔

As-Sakhāwī, Muhammad bin 'Abd ar-Raḥmān, al-Mutakalemun fi al-Rijal, Dar al-Bashair, Beirut, Tahqiq, Abu Ghuda, P, 137.

[4] امام ابو حاتمؒ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے 3 ہزار سے زیادہ راویوں پر جرح کی ہے جو ان کے بیٹے ابن ابی حاتم نے ان سے اپنی کتاب "الجرح و التعدیل" کے نام سے تالیف کردہ کتاب میں راویوں سے سوالات کے جوابات کی شکل میں نقل کی ہے۔ دیکھئے: دکتور ثامر عبد المهدي محمود حتاملة، الإمام أبو حاتم الرازي ومصطلحاته الخاصة في التعديل، الحديث: مجلة علمية محكّمة نصف سنوية. السنة الخامسة، العدد العاشر، ربيع الأول ١٤٣٧ھ، ص، 82۔

[5] الذہبی، شمس الدین، ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل، صفحہ، 171-172۔

Adh-Dhahabī, Shams ad-Dīn, Dhikr man Yu'tamadu Qawluhu fī al-Jarḥ wa at-Ta'dīl, Dar al-Bashair, Beirut, P.171

[6]السخاوی، محمد بن عبد الرحمان، المتکلمون فی الرجال، ص، 123، ابن حجر ، التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير، دارالكتب العلمية، 34/1۔

As-Sakhāwī, Muhammad bin ‘Abd ar-Raḥmān, al-Mutakallimūn fī ar-Rijāl, Ṣafah 123; Ibn Ḥajar, at-Talkhīṣ al-Ḥabīr fī Takhrīj Aḥādīth ar-Rāfi‘ī al-Kabīr, Dār al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1/34'

[7]السیوطی، جلال الدین عبد الرحمان بن بکر، تدریب الراوی، دار الطیبہ، تحقیق، ابو قتیبۃ، 1/404۔

Al-Suyuti, Jalal ud Din Abdirahman bin Bakr, Tadrib ur Rawi, Dar al-Tayyaba, Tahqiq, Abu Qutayba, 404/1.

[8]معجم الفرائد القرآنية، لمركز نون للد ا رسات والأبحاث القرآنية، صفة، 28۔

Mu'jam al-Farā'id al-Qur'āniyyah, li-Markaz Nūn li-al-Dirāsāt wa al-Abḥāth al-Qur'āniyyah, Ṣafah 28

[9] ابراہیم مصطفی، احمد الزيات و الاخرون، المعجم الوسيط، معجم اللغة العربية، قاهرة، دار الدعوة، 459/1۔

Ibrāhīm Muṣṭafā, Aḥmad az-Zayyāt wa al-Ākharūn, al-Mu‘jam al-Wasīṭ, Mu‘jam al-Lughah al-‘Arabiyyah, Qāhirah, Dār ad-Da‘wah, 1/459

[10] الزبیدی، تاج العروس، 234/29۔، ابن منظور، لسان العرب، 523/1۔

Az-Zabīdī, Tāj al-‘Arūs, 29/234; Ibn Manẓūr, Lisān al-‘Arab, 1/523

[11] ابراہیم مصطفی، احمد الزيات و الاخرون ، المعجم الوسيط، 459/1۔

Ibrāhīm Muṣṭafā, Aḥmad az-Zayyāt wa al-Ākharūn, al-Mu‘jam al-Wasīṭ, Mu‘jam al-Lughah al-‘Arabiyyah, Qāhirah, Dār ad-Da‘wah, 1/459

[12] الزبیدی، محمد بن محمد، تاج العروس، دار الهدية، تحقيق، مجموعة من المحققين، 238/29

Az-Zabīdī, Tāj al-‘Arūs, 29/234; Ibn Manẓūr, Lisān al-‘Arab, 29/238

[13]محمد عمیم الاحسان، قواعد الفقه، الصدف پبلیشرز، کراچی، 1986، 227/1۔

Muḥammad ‘Amīm al-Iḥsān, Qawā‘id al-Fiqh, aṣ-Ṣadaf Publishers, Karāchī, 1986, 1/227

[14] الجوابی، الدكتور محمد طاهر ، الجرح والتعديل بين المتشددين والمتساهلين، صفحہ، 407۔

Al-Jawwābī, ad-Dr. Muḥammad Ṭāhir, al-Jarḥ wa at-Ta‘dīl bayna al-Mutashaddidīn wa al-Mutasaāhilīn, Ṣafah 407

[15]المعلمی الیمانی، الأنوار الكاشفة لما في كتاب "أضواء على السنة" من الزلل والتضليل والمجازفة، صفحه، 87۔

al-Mu‘allimī al-Yamānī, al-Anwār al-Kāshifah limā fī Kitāb "Aḍwā’ ‘alā as-Sunnah" min az-Zalal wa at-Taḍlīl wa al-Mujāzafah, Ṣafah 87

[16] ایمن محمود مهدی، الجرح والتعديل بين النظرية والتطبيق، صفحه، 93۔

Ayman Maḥmūd Mahdī, al-Jarḥ wa at-Ta‘dīl bayna an-Naẓariyyah wa at-Taṭbīq, Ṣafah 93

[17]ابن الصلاح، مقدمة، دار الفكر المعاصر، بيروت، تحقيق نور الدين عتر، صفحه، 119۔

Ibn aṣ-Ṣalāḥ, Muqaddimah, Dār al-Fikr al-Mu‘āṣir, Bayrūt, Taḥqīq: Nūr ad-Dīn ‘Iṭr, Ṣafah 119

[18] ابن جماعة، محمد بن ابراہیم بدر الدين، المنهل الروي في مختصر علوم الحديث النبوي، دار الفكر، دمشق، صفحه، 98۔

Ibn Jamā‘ah, Muḥammad bin Ibrāhīm Badr ad-Dīn, al-Manhal ar-Rawwī fī Mukhtaṣar ‘Ulūm al-Ḥadīth an-Nabawī, Dār al-Fikr, Dimashq, Ṣafah 98

[19]دیکھئے: البغدادی، احمد بن علی، الكفاية فی علم الرواية، صفحه، 152۔

See: al-Baghdādī, Aḥmad bin ‘Alī, al-Kifāyah fī ‘Ilm ar-Riwāyah, Ṣafah 152

[20] حافظ السخاوی، فتح المغیث، 105/2۔

Ḥāfiẓ as-Sakhāwī, Fatḥ al-Mughīth, 2/105

[21] دیکھئے: البغدادی، الکفایة فی علم الروایة، صفحه،12۔

See: al-Baghdādī, al-Kifāyah fī ʻIlm ar-Riwāyah, Ṣafah 12

[22] دیکھئے: البغدادی، الکفایة فی علم الروایة، صفحه، 144۔

See: al-Baghdādī, al-Kifāyah fī ʻIlm ar-Riwāyah, Ṣafah 144

[23] الخطیب البغدادی، الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع، مکتبه المعارف، الریاض، صفحه،140۔

al-Khaṭīb al-Baghdādī, al-Jāmiʻ li-Akhlāq ar-Rāwī wa Ādāb as-Sāmiʻ, Maktabah al-Maʻārif, ar-Riyāḍ, Ṣafah 140

[24] السخاوی، فتح المغیث،،تحقیق، علی حسین علی، مکتبه السنة، مصر ، 108/2۔

as-Sakhāwī, Fatḥ al-Mughīth, Taḥqīq: ʻAlī Ḥusayn ʻAlī, Maktabah as-Sunnah, Miṣr, 2/108

[25] خطیب البغدادی، الکفایة فی علم الروایة، صفحه، 144۔

al-Khaṭīb al-Baghdādī, al-Kifāyah fī ʻIlm ar-Riwāyah, Ṣafah 144

[26] الذہبی، شمس الدین، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، دار المعارفة، بیروت،، 368/2۔

Adh-Dhahabī, Shams ad-Dīn, Mīzān al-Iʻtidāl fī Naqd ar-Rijāl, Dār al-Maʻārifah, Bayrūt, 2/368